Lesson 5: Hud (Ayaat 102- 123): Day 20

سُوْرَۃُ هُوْد کی تفسیر

تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ آپ ان کو چھوڑیں

وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١١﴾

اور یہ بھی واقعہ ہے کہ تیرا رب انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے کر رہے گا، یقیناً وہ ان کی سب حرکتوں سے باخبر ہے۔

اس میں بھی کتنی شدت ہے۔ اور اللہ اپنے نبیؐ کو کتنی تسلیاں دے رہا ہے۔ وہی سارے حالات یاد کر لیجیئے جو سورۃ کے درمیان میں ہم پڑھ چکے ہیں۔ اتنا سخت دَور تھا جسے آپ "عام الحزن" کہہ سکتے ہیں۔ غم کا سال تھا۔ ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ باہر والا سہارا ختم۔ حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا تو گھر میں ڈھارس دینے والا سہارا ختم۔ اللہ کے نبیؐ بہت افسردہ تھے۔ اللہ کہہ رہے ہیں آپ غم نہ کریں۔

اگلی آیت کو سمجھنے کے لیئے اپنے ذہن کو تیار کریں۔ آپ نے دین کی، قرآن کی دعوت قبول کی۔ چاروں طرف سے مخالفتیں، باتیں، الزامات، پراپیگنڈے۔ کوئی کہہ رہا ہے بیوی اچھی نہیں رہی، بہو اچھی نہیں رہی، یہ ہو گیا وہ ہو گیا، گھر کو نہیں دیکھتی۔ اُس دَور میں اللہ کے نبیؐ پہ اتنا پریشر ڈالا گیا کہ اللہ کو کہنا پڑا کہ آپ ان کی فکر نہ کریں، ہم ان کو دیکھ رہے ہیں۔ جب دین پہ عمل کرنے میں اتنی مخالفتیں ہوں تو انسان بشری تقاضے سے اُس کو چھوڑنے کا سوچنے لگتا ہے۔

اب یہ ہے نہ صرف اس سبق کہ بلکہ پوری سورۃ کی بلند ترین آیت۔

اور یہ وہ آیت ہے جس پہ اللہ کے نبیؐ کی بات سچ ہوتی ہے کہ اتنی مخالفتوں کے باوجود بھی آپ نے دین کا کام کرتے ہی جانا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو بالوں کو سفید کرتی ہے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾

پس اے محمدؐ، تم، اور تمہارے وہ ساتھی جو (کفر و بغاوت سے ایمان و طاعت کی طرف) پلٹ آئے ہیں، ٹھیک ٹھیک راہ راست پر ثابت قدم رہو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے اور بندگی کی حد سے تجاوز نہ کرو جو کچھ تم کر رہے ہو اس پر تمہارا رب نگاہ رکھتا ہے ۔

ساتھی کون؟ جنھوں نے پچھلی زندگی سے توبہ کی ہے۔ صحابہ کرامؓ، آپؐ کے اُمتی، کی طرف اشارہ ہے کہ آپ اور آپؐ ک یہ مُٹھی بھر لوگ کھڑے رہیں کیوں کہ آپ نے پچھلی زندگی سے توبہ کر کے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال لیا ہے۔ اب یہاں سے کیا کریں اور کیا نہ کریں وہ دیکھیں گے۔

فَاسْتَقِمْ اس آیت کا پہلا حکم۔ استقامت پہ رہیں۔(Do's)

وَلَا تَطْغَوْ، حد سے تجاوز نہ کرو۔(Don'ts)۔ یعنی جس دین پر آپ چل رہے ہیں اُس پہ چلتے بھی رہیں اور دوسروں سے زیادتی بھی نہ کریں۔ اسکا کیا مطلب ہے؟ کہ اب آپ دین میں اتنے سخت نہ ہو جائیں کہ سب کو کافر اور جہنمی کہہ دیں۔

خود قربانیاں دینے کی بجائے اپنے گھر والوں یا ساتھیوں سے لینے لگ جائیں۔ اور تجاوز کی ایک شکل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بدُعائیں نہ کرنے لگ جائیں کہ اللہ ان پر جلدی عذاب لے آئے تا کہ جان چھوٹے۔ یہ زیادتی کرتے ہیں لیکن آپ غصے میں نہ آئیں۔ حِلم اور بردباری کا دامن ہاتھ سے نہ

چھوڑیں۔ کیوں کہ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔ وہ تمہارے بھی اعمال کو دیکھ رہا ہے اور اُنکے بھی دیکھ رہا ہے۔ وہ اُنکی مستیاں بھی دیکھ رہا ہے اور آپ کا جلنا کُڑھنا بھی دیکھ رہا ہے اور دین کے لیے دوڑ دھوپ کرنا بھی دیکھ رہا ہے۔ اُنکے گناہوں کو بھی گِن رہا ہے اور آپ کی نیکیوں کو بھی گِن رہا ہے۔ اُنکی گناہوں پہ پکڑ کو بھی لکھ رہا ہے اور آپ کو جو اجر و ثواب ملنا ہے وہ بھی لکھ رہا ہے۔ یہ دوسری بات تھی۔ اب اگلی آیت میں تیسری بات ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوٓا۟ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ﴿١١٣﴾

اِن ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکنا ورنہ جہنم کی لپیٹ میں آ جاؤ گے اور تمہیں کوئی ایسا ولی و سرپرست نہ ملے گا جو خدا سے تمہیں بچا سکے اور کہیں سے تم کو مدد نہ پہنچے گی۔

یہ بہت خوبصورت نقطہ ہے۔ "تَرْكَنُوٓا" کا لفظ ر، ک، ن، سے ہے۔ رکن، محبت سے مائل ہونا۔ 'رکون' کہتے ہیں کسی کی محبت سے اُس کی طرف مائل ہونا۔ اصل میں یہ نفور کی ضِد ہے۔ نفَرَ سے کیا مُراد ہے 'بھاگنا'۔ کسی سے نفرت کرنا۔ جس سے نفرت ہوتی ہے اُس سے ہم دور بھاگتے ہیں۔ نفرت کا اُلٹ ہے رَکَنَ۔ کہ غلط کام کرنے والوں کی طرف محبت سے نہ جُھکو۔ ورنہ آپکی ساری دین داری پیچھے رہ جائے گی۔

اور ہو گا کیا فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ۔ کہیں آپکو بھی نہ آگ چھو جائے۔ تبلیغ کی باتیں، عام دنوں کی نیکیاں پکڑی کی پکڑی رہ جائیں گی جب آپ نے فیئر پریشر میں آ کے لوگوں کی خوشی کے لیے کوئی غلط کام کر

دیا۔ کتنا سخت امتحان ہے۔ اور اگر آپ نے ایسا کر لیا تو وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔ اللہ کے سوا کوئی آپکی مدد نہیں کرے گا۔ یہ ہے وہ آیت جس نے اللہ کے نبی کے بال سفید کیئے ہوں گے۔ آپ اسکو اپنے اوپر لیں۔ کیوں کہ اللہ کے نبیؐ تو ایسا کرنے والے نہیں تھے۔

یہ آج مجھے اور آپکو کہا جا رہا۔ جب دین کے کام کرتے ہوئے لوگ تمہارے پاوں اُکھیڑیں تو فَاسْتَقِمْ جم جاو۔ کیوں؟ کیوں کہ جو خود نہیں جمتا وہ دوسروں کو کیا جمائے گا۔ اصل چیز استقامت ہے۔ میں بڑے شعور سے ایک جملہ بولنے لگی ہوں کہ دین کا کام بندے کو بہت خوشی دیتا ہے۔ اس میں سکون بھی ملتا ہے، نیکیاں بھی ملتی ہیں، وقت بھی اچھا گزرتا ہے، اچھے دوست بھی ملتے ہیں۔ سب کچھ ملتا ہے۔ اس راستے کی صرف ایک مسئلہ ہے "کہ مسلسل کام ہے"۔ اس میں آپ گیپ نہیں لے سکتے کہ آجکل میرے گھر میں خوشی کا موقع ہے تو مجھے گیپ چاہیئے اور چونکہ میرے گھر میں غم کا موقع ہے تو گیپ چاہیئے۔ میرے گھر میں مہمان آئے ہیں یا میں بیمار ہوں تو مجھے گیپ چاہیئے۔

یہ ہے مسئلہ کہ اس کام میں چُھٹی نہیں ملتی۔ جیسے دل کو چھُٹی نہیں ملتی۔ دل دھڑکتا ہی رہتا ہے، جب دل کی چھُٹی ہوئی تو میری آپ کی بھی چھُٹی۔ کائنات چل رہی ہے۔ کبھی سورج، چاند کو چھُٹی نہیں ملی۔ اللہ کے دین کی خدمت کا سفر ہواؤں میں اُڑنے کا سفر ہے۔ یہ آپکو بہت اوپر اُڑاتا ہے۔ باقی لوگ نیچے بیٹھے ہوتے ہیں اسی لیے چھوٹے دِکھتے ہیں۔ بے مقصد۔ کسی ساتھی سے بات ہوئی۔ اُنکی نئ نئ شادی ہوئی تھی تو وہ کہنے لگیں کہ "زندگی کیا ہے؟"۔ مجھے لگا کہ شائد کچھ اُداس ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ خوش ہو۔ کہنے لگیں کہ میں خوش ہوں لیکن پھر بھی مجھے لگتا ہے کہ زندگی میں کوئی کمی ہے۔ تو میں نے کہا کہ کمی یہ ہے کہ شادی کی وجہ سے نیکی کا سلسلہ چھوٹا ہوا تھا۔ آپ واپس آئیں۔ یہ جو ایک

مقصد ہمیں اُڑا رہا ہے یہ ہماری استقامت کا ایک ذریعہ ہے۔ جب قدم اُٹھنے لگیں تو ذمہ داری لے لیں۔ ذمہ داریاں لینا انسان کو جما دیتا ہے۔

مثال دیتی ہوں کہ جب ہوا چلتی ہے تو خالی لفافے اِدھر اُدھر اُڑنے لگتے ہیں لیکن اگر آپ کسی لفافے میں کچھ وزن ڈال کے رکھیں تو وہ کبھی بھی نہیں ہلے گا تو یہ ہے فَاسۡتَقِمۡ ۔ اگر بارہ پارے پڑھنے کے بعد بھی آپکو لگتا ہے کہ کچھ کمی ہے تو ذمہ داریاں لیں۔ پہلے سٹوڈنٹ بنیں پھر سٹاف بنیں۔ پھر دیکھیں کیسے ذمہ داریاں نبھائی آتی ہیں۔ بارش کا کام صرف برسنا ہوتا ہے۔ وہ پتھر پہ بھی برسے گی، وہ کاغذ پہ بھی برسے گی۔ کسی کو فائدہ ہو رہا ہے یا نہیں اس سے اُس کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح دین کا کام مسلسل کرنے والا کام ہے۔ اور اگر گھروں میں خدانخواستہ مخالفت ہے تو اسی وجہ سے ہے کہ اب یہ سلسلہ کب ختم ہو گا۔ تو یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو گا۔

ابھی تو قدم جمنا شروع ہوئے، تو کیا اب چھوڑ دیں۔ تو یہ ایسے ہے کہ کوئی سٹوڈنٹ میڈیکل کے تیسرے سال میں ہو اور ماں کہے کہ بیٹا چھوڑ دو اب اور کتنا پڑھو گے۔ تو بیٹا کہے گا کہ اماں ابھی تو شروع ہوا ہوں، ابھی تو چار پانچ سال آگے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جب اللہ نے ہمیں کوئی آنر دینا ہوتا ہے تو اُس وقت ہم چُھٹی لے چکے ہوتے ہیں۔ زندگی میں اُتار چڑھاؤ آتا رہے گا، موسم بھی بدلتے رہتے ہیں، اسی طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ہر وقت ایک ہی لیول کا کام کریں لیکن ضرورت فَاسۡتَقِمۡ ، جم جانے کی ہے۔ راستے سے نہیں ہٹنا۔ کیوں کہ اگر آپ نے ہار مان لی تو لوگ آپ کو ہرا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ استقامت رکھو۔ اسکا حکم کہاں آیا۔

ایک حدیث ہے کہ نبی کریمؐ کے پاس حضرت سفیانؓ آئے اور کہنے لگے نبیؐ آج مجھے صرف ایک نصیحت کریں(آج کی زبان میں کہہ سکتے ہیں to the point)۔ایسی نصیحت کر دیں کہ اس کے بعد مجھے کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے تو آپؐ نے فرمایا کہہ دو کہ ایمان لے آیا کہ سب کچھ اللہ کا ہے اور پھر جم جاؤ، کہا! اگر تم نے اس ایک بات پہ عمل کر لیا تو جنت میں جاؤ گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رسولِ کریمؐ پر اس آیت سے زیادہ بھاری کوئی آیت نہیں تھی۔ کہیں نہیں جاسکتے۔ آپ کو اپوائنٹ کیا ہے۔ ذمہ داری دی ہے۔ دین کے کاموں میں استقامت اختیار کئے بغیر بات نہیں بنتی۔ آج ہم مسلمان اس لیے بھٹکے ہوئے ہیں کہ ہم میں استقامت نہیں ہے۔ اگر ہم جمے ہوتے تو ایک ایک بندہ دس، دس بارہ بارہ غیر مسلم کو مسلمان کر سکتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس ایک شخص عثمان حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجیے۔ آپ کے فرمایا "اللہ کو تقویٰ تھام لو اور استقامت کو بھی پکڑ لو، خوفِ خدا کو لازم پکڑ لو۔ جسکا طریقہ یہ ہے کہ دین کے معاملے میں شریعت کی اتباع کرو اور اپنی طرف سے کوئی بدعت ایجاد نہ کرو۔

کہنے والوں نے کہا کہ اس دنیا میں سب سے مشکل کام "استقامت" ہے۔ معاملہ فہمی پیدا کریں۔ آپ جتنا دین کا کام کریں گے اُتنا ہی آپ کو اپنی خامیاں نظر آئیں گی اور جتنی خرابیاں نظر آئیں گی اُتنا آپ نکھریں گے۔ جب تک امتحان نہیں دیں گے، آپکو کیسے پتہ چلے گا کہ آپ نے کتنا سیکھا۔ انسان اپنی غلطیوں سے سیکھتا ہے اور استقامت بھی آتی ہے۔ اللہ کے نبی نے اس آیت پہ کیسے عمل کیا؟

آپؐ کی زندگی میں خوشی، غم، امتحان، سب کچھ آئے لیکن آپؐ اپنے مقصد سے ہٹے نہیں۔ جمے رہے، چلتے رہے۔ تبوک کے سارے حالات آپ یاد کر لیں۔ بیٹی بیمار ہے تو اُنکو چھوڑ کے بدر کے لیے گئے،

دوسری بیٹی بیمار ہے تو تبوک چلے گئے۔ آپؐ کے بعد دونوں بیٹیاں فوت ہو گئیں۔ آپؐ نے بعد میں قبروں پہ فاتح خوانی کی ہو گی۔ ہم ہوتے تو روتے دھوتے واپس آ جاتے۔ اللہ کے نبی کا نواسا بیمار ہے، بیٹی پیغام بھیج رہی ہیں، آپؐ نے کہا کہ بیٹا کام ہے، دوسرا پیغام بھیجا، تیسرے پیغام پہ نواسہ فوت ہو چکا تھا۔ جنگ کے دوران آپؐ کی شادی حضرت صفیہؓ کے ساتھ ہوئی۔ حضرت زینبؓ سے نکاح سفر کے دوران ہوا۔ کبھی سیرت پڑھ کے ہم اپنے گریبان میں جھانکیں تو شرمندگی ہی شرمندگی ہے۔ چار نیکیاں کر کے سمجھتے ہیں کہ بہت نیک ہو گئے ہیں بلکہ دوسروں کا جینا بھی دوبھر کر دیتے ہیں۔ اپنی فکر کریں۔ یہ نیکیوں کا باغ استقامت سے لگتا ہے۔

پہلی نیکیوں کی حفاظت دوسری نیکیاں لاتی ہے۔ قرآن کا سفر بڑا خوبصورت ہے۔ کئی چھوٹی چھوٹی کلاسیں نہیں چھوڑیں کیوں کہ یہ ہمارے بیج ہیں۔ بہت سے ساتھی ایسے ہیں جن کی محبت میرے دل میں ہر چیز سے زیادہ ہے۔ وہ کچھ بھی نہ کریں تو مجھے اُن پہ گلہ نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ اُس وقت پہ اپنا کام کر چکے ہیں جس پہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اب یہ کچھ نہ بھی کریں تو کوئی حرج نہیں۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ ایسے وقت آتے ہیں اس راستے میں۔ وہی بچتا ہے جو استقامت پہ ہوتا ہے۔ جب فتنوں اور گناہوں کی آندھیاں چلتی ہیں تو لوگ بِکھر جاتے ہیں۔ نبی کریمؐ کی وفات کی خبر سُن کے قبیلے کے قبیلے اسلام سے پھر گئے۔ اُحد کا منظر تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ ابھی نبیؐ کی وفات کی صرف خبر پھیلی تھی تو لوگ تین گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ اور اُن میں ایک گروہ وہ تھا جس نے کہا کہ چلو اب نبی کریمؐ نہیں رہے تو ہم ابوسفیان سے جا کے دوستی کر لیتے ہیں۔ صرف ایک چھوٹا سا گروہ اُٹھا جس نے کہا کہ اگر نبیؐ نہیں رہے تو ہم اُن کے کاموں کو لے کے چلیں گے۔

جب آپ استقامت پہ جم جاتے ہیں تو اگلی بات وَلَا تَطۡغَوۡ والی نہیں رہتی۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہتے ہیں کوئی بات نہیں ہم آپ کے ساتھ نہیں گئے، کسی اور کے ساتھ چلے جائیں گے۔ دین کا کام ہی کرنا ہے ناتو ایسے لوگ کسی کے ساتھ نہیں چلتے۔ دوسرے اُنکو قبول ہی نہیں کرتے کہ اگر آپ اُنکو دھوکہ دے سکتے ہیں تو ہمیں بھی دے سکتے ہیں۔ تو پھر ایک ڈر کا بننے میں بات ہے۔ جُھکاؤ ہوتا ہی تب ہے جب مخالفتیں نہیں رہتی۔ تینوں کے بیچ میں ایرولگا کے ربط بنالیں۔

کہ جب آپ ایک چیز کے اوپر استقامت سے جم جاتے ہیں تو وَلَا تَطۡغَوۡ والی کیفیت نہیں آتی۔ تَطۡغَوۡ کیا ہے کہ بندے کو جو ذمہ داریاں ملتی ہیں اُن سے جان چُھڑانا۔ عام طور پہ لوگ نہیں کہتے کہ چھوڑنا ہے، عمل سے بتاتے ہیں، سرکشی سے، تقاضے نہیں پورے کرنا چاہتے۔ مثلاً میں آپکو پڑھانے بیٹھوں اور پڑھانے کے تقاضے پورے نہ کروں اور کہوں کہ آپکی اُستاد کہلاتی رہوں تو یہ سرکشی ہے۔ جب دین کا کام بوجھ لگنے لگے تو اللہ سے دعا کرنی چاہیئے کہ یا اللہ مجھ سے دین کی ذمہ داریاں پوری کروالے۔

پہلے دن سے آپ نے اس کورس کے لیے جو شرائط مانی تھیں اگر اُن پر عمل نہیں کر رہے ہیں تو یہ آپکی طغیانی ہے اور اسکا لازمی نتیجہ لَا تَرۡكَنُوۡۤا ہوتا ہے۔ پھر جُھکاؤ ہونے لگتا ہے۔ جب طغیانی کی وجہ سے استقامت کی رسی ٹوٹتی ہے تو پھر انسان جُھکتا ہے، پھر اُدھر ہی جانے لگتا ہے جدھر سے آتا ہے۔ پھر وہی محبتیں، وہی طریقے اپنانے لگتا ہے۔ ایک مفسر ہیں، قتادہ اُنکا نام ہے کہتے ہیں کہ مُراد کیا ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو، اور انکا کہنا نہ مانو۔ ظالموں کی طرف میلان نہ رکھو۔

ایک تفسیر کی گئی کہ انکے اعمال و افعال کو پسند نہ کیا کرو۔ امام سُدی کہتے ہیں کہ ظالموں سے مداخنت نہ کرو یعنی انکے بُرے اعمال پر خاموشی اور رضا کا اظہار نہ کرو۔ کہ چلیں اب سہیلیاں ہیں، دوستیں ہیں

انکے کہنے پر غلط کام کر لیتی ہوں کیا فرق پڑتا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں ظالموں کی صحبت میں نہ بیٹھو۔ غازی غزہ بھی ایک مفسر ہیں کہتے ہیں کہ شکل وصورت اور رہن سہن میں ان لوگوں کی اِتباع نہ کرو ورنہ یہ تَطۡغو اور تَرۡكَنُوۡٓا ہو گا۔ یہ سب اسی کی تفسیریں ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیئے کہ اللہ ہمیں اپنا بنالے۔ جب تک لڑکی کی شادی نہیں ہوتی توماں باپ کے غم اور ہوتے ہیں کہ یا اللہ اچھا رشتہ آجائے اور جب شادی ہو جائے اور لڑکی بگڑی دِکھے تو پھر غم یہ ہوتا ہے کہ یا اللہ اب اس گھر کو بنائے رکھنا۔ استقامت کیا ہے کہ اس دین کے گھر کو بنائے رکھو۔ اب ایک دفعہ اس سے جُڑ گئے ہو تو اب کہیں نہیں جانا۔ پہلے طغیانیاں اور سرکشیاں بھی تھیں۔ اب جب یہ اعصاب شکن حالات ہوں، کھڑے رہنا مشکل ہو، استقامت کا تعلق عقیدے میں بھی ہے، معاملات میں بھی ہے اور اخلاقیات میں بھی ہے۔ مرتے دم تک اللہ کی حدوں میں رہو۔ وہی دین آگے پہنچانا ہے جو اصل دین ہے۔ اللہ کہہ رہے ہیں مجھے پتہ ہے آپؐ پہ مشکل حالات ہیں، سب ظالم لوگ آپکو اپنی طرف جُھکا رہے ہیں تو اب کیا کرو؟

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيۡلِ‌ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ‌ؕ ذٰ لِكَ ذِكۡرٰى لِلذّٰكِرِيۡنَ‌ۚ ﴿۱۱۴﴾

اور دیکھو، نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر در حقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں۔

نماز پڑھو۔ تعلق بِاللہ مضبوط کرو۔

اس آیت میں حل دیا گیا ہے کہ کیسے استقامت ہو، کیسے طغیانیوں سے بچو اور کیسے تَرکَنو پہ نہ آوٗ۔

نماز پڑھو۔ کیا پتہ چلا کہ استقامت لانے والی چیزوں میں پہلی چیز نماز ہے۔ نماز کیسے بندے کو باندھ دیتی ہے۔ دل دین پہ قرآن پہ نہیں جم رہا تو نمازیں، نوافل اور پڑھو، اللہ سے توفیق مانگو، دعائیں کرو۔ پھر اسی طرح یہاں جو نماز میں پانچ وقت ہیں اسکو بھی مفسرین نے تھوڑا سا چھیڑا ہے۔ کیسے؟ طَرَفَیِ النَّهَارِ دن کے دو کناروں پر نمازیں۔ یہ کون سی نمازیں ہیں۔ فجر اور عصر۔ ایک سے دن شروع ہو رہا ہوتا ہے اور عصر کے وقت دن ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ زُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ ؕ رات میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں۔ دن کے دونوں سروں میں فجر اور عصر، رات میں مغرب اور عشا۔

یہ ذہن میں رکھیں کہ یہ مکی سورۃ ہے اور پانچ نمازیں معراج کے بعد دی گئیں تھیں۔ تو ابھی پانچ نمازیں نہیں آئیں تھیں تو آپ سوچیں گے کہ اس میں ظہر تو نہیں ہے۔ اس سے پہلے مکی دور میں تقریباً ساڑھے دس سال تک نمازوں کے بارے میں اسی قسم کے احکامات تھے۔ کبھی نفل نمازوں کا حکم اور کبھی کناروں کی بات۔ دوسری بات اگر آپ دیکھیں تو اَقِمِ واحد کا صیغہ ہے۔ نبیؐ کو بھی یہی حکم ہے۔ ابھی اَقِیۡمُ الصلوٰۃ کی بات نہیں ہے کہ یہاں اللہ کے نبیؐ کو واحد میں حکم دیا جا رہا ہے، دوسروں کو نہیں۔ اور دوسرا کام استقامت کے لیے کیا کرو؟ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ۔ یقیناً نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ ذٰلِكَ ذِكۡرٰی لِلذّٰكِرِیۡنَ۔ یہ یاد دہانی ہے یاد رکھنے والوں کے لیئے۔ استقامت کے لیئے یہ دوسرا کام کرو۔ مخالفوں کو اپنا معاون بنانے کے لیئے اُن کے بُرے رویوں کے جواب میں بھلے رویے رکھو۔ اگر کوئی آپ کے خلاف ہے تو کیا دن رات اُن کو باتیں کرو؟ نہیں!

انکے ساتھ حَسَنٰتِ کرو۔ اُنہیں تحفے بھیجو، کھانے پکا کے بھیجو۔ اُن کے ساتھ اچھا رویہ رکھو۔

ہم کیا کرتے ہیں سخت کٹھور ہو جاتے ہیں۔ ہم کسی کے ساتھ اُن کی بُرائیاں کرتے ہیں، اُن تک پہنچ جاتی ہیں۔ دین کے کام کرنے کے لیے اخلاق سے بہتر کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ نبی کریمؐ نے السَّيِّاٰت کے بدلے حَسَنٰتِ کی تھی۔

مکی دور کے آغاز کی بات ہے۔ ایک موقع پہ ایک عورت گھر سے سامان اُٹھا کر، سر پہ پوٹلی رکھ کے جا رہی تھی۔ نبی کریمؐ نے کہا اماں جی میں مدد کر دوں۔ کہا کر دو۔ آپؐ نے اُس کی پوٹلی اپنے سر پہ رکھ لی اور سارا راستہ کوستی رہی کہ ہمارے شہر میں ایک ایسا شخص آگیا، اُس نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا، ہمارے بڑوں کی باتوں کو بُرا کہتا ہے۔ حضورؐ سُنتے رہے۔ وہ اللہ کے نبیؐ کے دُکھ سے شہر چھوڑ کے جا رہی تھی۔ جہاں اُسے جانا تھا وہاں تک اُسکی کڑوی کُسیلی باتیں سُنتے رہے۔ کہا بیٹا تو کتنا اچھا بچہ ہے۔ تیرا نام کیا ہے؟ کہا میرا نام محمد ہے؟ اماں کہنے لگی کون سا محمد؟ کہا وہی محمدؐ جسکا ذکر آپ سارے راستے کرتی رہی ہیں۔ کہا اور تو میرا سامان اُٹھا رہا تھا۔ فوراً کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئی۔ یہ ہے؟ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ۔ ہم کتنی جلدی کرتے ہیں۔ ہم کتنی جرأت کرتے ہیں اپنے رشتہ داروں کے بارے میں غلط بات کرنے کی۔ ایک چھوٹی سی ویڈیو ہے۔ میں اپنے لفظوں میں سُناتی ہوں۔ ایک شخص رومانیہ میں دعویٰ کا کام کر رہا ہے۔ انٹرویو لینے والا اُس سے پوچھتا ہے کہ آپ نے یہ کام کیسے شروع کیا؟

تو اُس نے بتایا کہ وہ ترکی گیا اور کسی وجہ سے اُس کی فلائٹ مِس ہو گئی۔ اُدھر ایک شخص تھا تو اُس سے پوچھا کہ یہاں کوئی ہوٹل ہے جہاں رات گُزار سکوں۔ اُس نے کہا کہ یہاں تو کوئی ہوٹل نہیں ہے لیکن تم میرے ساتھ چلو۔ کہتا ہے کہ وہ شخص مجھے اپنے گھر لے گیا۔ میں نے وہاں دیکھا کہ پانچ بجے وہ خود

اور دو عورتیں تھیں۔ اس کی بیوی بھی ساتھ تھی۔ کہتا ہے میں اندر گیا تو اُس نے ہمیں بڑا سادہ ساڈنر دیا اور کہا کہ تم دونوں اِدھر آرام کرو۔ ہمارے پاس اور جگہ ہے ہم اُدھر سو جاتے ہیں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ جب صُبح ہوئی تو کہتا ہے میں باہر گیا تو دیکھا کہ اُسکا ایک ہی کمرے کا گھر ہے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ دوسرے کمرے میں سو رہے ہونگے۔ لیکن اُس نے ایک درخت کے نیچے اپنے پانچ بچوں، بیوی اور ماں کے ساتھ رات بسر کی۔ اور باہر بہت سردی تھی۔ تو میں نے اُس سے پوچھا یہ تم نے کیا کیا؟ کیا تم پاگل ہو؟ اُس نے کہا نہیں میں پاگل نہیں ہوں لیکن تم مسافر تھے، تمہارا خیال رکھنا میرا فرض تھا۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہم یہ کرتے ہیں۔ اور اُس وقت اُس کا چہرہ ایمان سے چمک رہا تھا۔ کہتا ہے کہ میری بیوی رونے لگ گئی کہ اس نے کیا کیا۔ لیکن کہتا ہے کہ میں نے سوچا کہ یہ کیسا اسلام ہے کہ خود سردی میں سویا اور میرے ساتھ اتنا اچھا معاملہ کیا۔

میں لائبریری گیا۔ وہاں سے قرآن لیا۔ دو ماہ اُسے پڑھتا رہا اور جب میں نے پڑھا تو میرا دل کُھل گیا اور میں نے شہادہ پڑھ لی۔ اسکے میں کے بعد میں نے اپنی زندگی کا مقصد دعوہ بنایا۔ ایک ہزار لوگ میرے ہاتھ سے مسلمان ہو چکے ہیں۔ پھر رومانیہ میں ہم نے ایک سینٹر بنایا۔ وہاں پہ اسی ہزار مسلمان ہیں۔؟ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ۔ kill with kindness۔ اچھے کردار، اچھے اخلاق کو کوئی مات نہیں دے سکتا۔ آپکے ساتھ رہنے والون کو آپ میں کوئی نقص نہ دکھے اور اگر آپ میں نہیں اور اُنہیں نظر آرہا ہے تو انشاءاللہ اُنکا دل صاف ہو جائے گا۔ قربانی دینی پڑتی ہے۔ ہم وہ نہیں دے پاتے۔ اگر ہمیں دین اپنے گھروں اور خاندانوں میں لانا ہے تو دوسروں کی بجائے خود کو قربان کریں۔

ذٰلِكَ ذِكۡرٰى لِلذّٰكِرِيۡنَ۔ یہ دوسری بات تھی۔

مخالفتوں کے جواب میں کرنے والا اگلا کام؛

وَاصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۱۵﴾ اور صبر کر، اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا ۔

یہ کون سا صبر ہے؟ ''صبر الطُعاط''۔ صبر کی تین معروف قسمیں شروع میں آپکو لکھوائی تھیں۔ اللہ نے جن کاموں کو کرنے کا حکم دیا ہے اُنہیں کرتے رہیئے اور جن سے روکا ہے اُن سے رُکیئے۔ پھر صبر الطعلات آتا ہے۔ دُکھوں، مشکلوں پہ صبر کریں۔ یہاں صبر سے مُراد دینِ حق کے راستے کی مشکلوں کا صبر ہے۔ جسکو سورۃ عصر میں کہا گیا وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾

یہ صبر لازم ہے۔ اللہ اجر ضائع نہیں کرتا۔ اس کو سُن کے کتنا سکون ملتا ہے۔ اگر آج آپ کی مخالفت ہے، کوئی بات نہیں کل انشاءاللہ موافقت میں بدلے گی۔ اللہ تعالیٰ حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ لوگ اتنی بڑی دولت کو چھوڑ دیتے ہیں۔

فَلَوۡلَا کَانَ مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ اُولُوۡا بَقِیَّۃٍ یَّنۡہَوۡنَ عَنِ الۡفَسَادِ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّمَّنۡ اَنۡجَیۡنَا مِنۡہُمۡ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مَاۤ اُتۡرِفُوۡا فِیۡہِ وَکَانُوۡا مُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۱۶﴾

پھر کیوں نہ اُن قوموں میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں ایسے اہل خیر موجود رہے جو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے؟ ایسے لوگ نکلے بھی تو بہت کم، جن کو ہم نے ان قوموں میں سے بچا لیا، ورنہ ظالم لوگ تو انہی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انہیں فراوانی کے ساتھ دیے گئے تھے اور وہ مجرم بن کر رہے ۔

اللہ نے اس آیت میں اپنی سُنت پیش کی ہے۔ کہ جب بھی کبھی اللہ کی بات ہوئی، اللہ تعالیٰ نے استقامت والوں کو بچالیا اور اُن لوگوں کو جو ایسے وقتوں میں اپنے عیش و آرام میں پڑے رہے اُنکو پکڑ لیا۔ اس آیت میں جو خوبصورت لفظ ہے وہ اُولُوا بَقِيَّةٍ، ہے۔ بَقِيَّةٍ کا لفظ آپ نے پیچھے بھی پڑھا ہے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم میں۔ با اثر اور با سمجھ لوگوں کے لیے یہاں بات آئی ہے۔ عقل کو "بَقِيَّة" کہتے ہیں۔ اس سے مُراد عقلمند لوگ ہیں۔ یعنی لوگ اتنے سمجھدار اور عقلمند کیوں نہ تھے کہ معاشرے میں پھیلے ہوئے فساد اور بُرائیوں کو روکتے۔

یہی سوال آج بھی ہے۔ جیسے میڈیکل پڑھ کے انسان ڈاکٹر بنتا ہے اسی طرح آپ قرآن پڑھ کے اُولُوا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ بنیں گے۔ معاشرے کی گندگی دور کریں گے۔ اللہ اس قرآن کے بعد آپکو کلینگ کی جاب دے رہا ہے۔ لیکن آخر میں تھوڑے رہ جاتے ہیں۔ لوگوں کی آخر میں بالکل ہمتیں ٹوٹ جاتی ہیں اور پیچھے صرف کریم رہ جاتی ہے۔ جن کے دل اس جذبے میں بھرے ہوتے ہیں کہ ہم نے معاشرے کا گند دور کرنا ہے۔ اپنی جان بچانے والے زیادہ اور دین کی جان بچانے والے کم ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہی بتا رہے ہیں کہ یا تو قوم اتنی بگڑ چکی ہوتی ہے کہ ایسے لوگ ہی بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ اکثر لوگ اس اہم کام کو نظر انداز کیئے ہوتے ہیں اور جو کرنے والے ہیں، وہ اپنی جان، اپنامال، اپناوقت بچانے کے پیچھے رہتے ہیں۔ کون مکھیوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالے۔ جنکو خیر کی طرف بُلایا جارہا تھا وہ دولت والوں کی طرف لگ گئے۔ دولت، عیش، کسی کو اچھی جاب مل گئی تو وہ اُدھر چلا جائے گا۔ کوئی پھر گھر سجانے لگ جائے گا۔ اور لوگ جدھر جاتے ہیں اُسی کی طرف چل پڑتے ہیں۔ یعنی جس دولت سے انکو نکالا، ان کے دل پاک کیئے یہ لوگ پھر اُسی دولت کی طرف چل

پڑے۔ ایسی جگہوں پہ پھر اللہ کا عذاب آتا ہے۔ جہاں بُرائیوں سے روکنے والے لوگ موجود ہوتے ہیں وہاں عذاب نہیں آتا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں اپنی مدد بتاتے ہیں۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے حالانکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔

اگر آپ اور میں کسی معاشرے میں بُرائیوں کو روکنے والے بن گئے تو اصل میں ہم اُس معاشرے یا اُس علاقے کو اللہ کے عذابوں سے بچانے والے بن گئے۔ کیوں کہ جہاں بُرائی سے روکنے والے لوگ ہوں وہاں اللہ کا عذاب نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام میں حصہ دار بنا دے۔ ہمارے اندر تو کوئی خوبی نہیں بس اللہ اپنی رحمت سے ہم سے یہ کام کروا لے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

بے شک تیرا رب اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا، مگر اب تو وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے۔

اگر اللہ چاہتا تو سارے مذاہب ختم ہو جاتے صرف اسلام رہ جاتا، سارے فرقے ختم ہو جاتے، سب خود کو مسلمان کہلاتے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ لفظ لَا يَزَالُوْنَ پیچھے بھی پڑھ چکے ہیں۔ ایک ترجمہ اس کا یہ ہے کہ "نہیں ٹلیں گے" اور دوسرا "ہمیشہ رہنا"۔ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ جب کوئی کسی کام سے ٹلتا نہیں تو بلآخر وہ کام کر ہی لیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جہاں لوگ مل جُل کے رہیں گے وہاں اختلاف ہو

گا۔ سوچ فرق، نقطۂ نظر فرق، اپنا استدلال ہے، تو اللہ کہتے ہیں کہ یہ تو چلتا ہی رہے گا۔ تم اپنا کام کرتے جاو۔ اسلیئے آج جن آئمہ اکرام نے دین کی مختلف چیزوں پہ غور کیا، آج لوگ اُنہی آئمہ اکرام کے نام لے کے اختلاف کرتے ہیں۔ تو تم کیا کرو؟ اپنے حصے کا کام کرو۔ لوگوں کو اس کتاب کے ساتھ جوڑو۔ اگر ساری دینا ایک جیسی ہو جاتی تو یکسانیت بھی آجاتی۔

إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١١٩﴾

اور بے راہ رویوں سے صرف وہ لوگ بچیں گے جن پر تیرے رب کی رحمت ہے اِسی (آزادی انتخاب و اختیار) کے لیے ہی تو اس نے انہیں پیدا کیا تھا اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہو گئی جو اس نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جن اور انسان، سب سے بھر دوں گا۔

اس آیت میں توحید کی طرف اشارہ ہے۔ دنیا میں لوگ اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ توحید کی ذمہ داریاں نہیں ادا کرپاتے۔ تو ایک اُمت یعنی مواحد بننے کی بجائے مختلف مذاہب بنالیتے ہیں۔ کوئی من کو، کوئی نفس کو اور کوئی دولت کو پوجتا ہے۔ اس سے ایک اور معنی بھی ہے "آزمائش"۔ یعنی یہ انسان کی آزمائش ہے کہ دنیا کی رنگینیوں سے خود کو بچا کے کون ایک رب کا بنتا ہے۔ حق اور باطل سے کون حق کو چنتا ہے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ ۗ اور آپ کے رَب کی بات پوری ہو گئی۔ کون سے بات؟ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے بھر دوں گا۔ دنیا میں تو فیصلہ نہیں ہو رہا کہ کون سا مذہب لوگوں کو ٹھیک لگا اور کون سا بُرا لگا۔ کوئی بات نہیں، جہنم میں جانے کے بعد سب کو پتہ چل جائے گا کہ کیا صحیح تھا اور کیا غلط۔

ساری بات کا خلاصہ کیا ہوا کہ دنیا میں انسان کو اللہ نے توحید کے لیئے پیدا کیا تھا لیکن لوگ اس راستے کی تکلیفوں کو برداشت نہیں کرپاتے تو اس کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور خاص طور پہ reaction سے ڈرتے ہوئے۔ صبر نہیں کرپاتے۔ اللہ نے ایسے موقع پہ اُولُوا بَقِيَّةٍ والوں کو احساس دلایا کہ تم کو اللہ نے سمجھ دی ہے تو اُٹھو اور اس کو روکو۔ لیکن لوگ دنیا اور دولت بنانے کے شوق میں اس کام کو چھوڑے رہتے ہیں۔ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہتے ہیں کہ پھر آخر میں فیصلہ ہو گا کہ کہاں تم بُرائی روک سکتے تھے اور نہیں روکی۔ اللہ زبردستی کسی کو حق پہ جمع نہیں کرتا۔ یہ ہے تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ۔ اللہ مجھے اور آپ کو اس قرآن سے زبردستی نہیں جوڑے گا۔ جب تک ہم خود نہ جُڑیں گے۔ اب آخر میں اللہ نے جو نبیوں کی کہانیاں اپنے نبی ؐ کو سُنائیں اُن کی وجہ بتا رہے ہیں۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾

اور اے محمدؐ، یہ پیغمبروں کے قصے جو ہم تمہیں سناتے ہیں، وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے سے ہم تمہارے دل کو مضبوط کرتے ہیں ان کے اندر تم کو حقیقت کا علم ملا اور ایمان لانے والوں کو نصیحت اور بیداری نصیب ہوئی۔

کہانیاں کیوں سُنائیں، تاکہ آپکا دل مضبوط ہو جائے، استقامت آجائے۔ وہ کہتے ہیں ناکہ دوسرے کے غم سُنیں تو اپنا غم ہلکا لگنے لگتا ہے۔ حضرت نوحؑ نے تو نو سو سال تبلیغ کی میں تو دس سال میں گھبرا گیا۔ یہ مُراد ہے کہ اے نبی ؐ آپ انکی کہانیاں سُن کے حق کے راستے پہ جمے رہیں۔ حق کے راستے میں مخالفت

بھی ہوتی ہے۔ قرآن نبیؐ کے دل کو جمانے کے لیئے آتا تھا۔ جب لوگوں کی باتوں سے اللہ کے نبی کے دل پہ چوٹ پڑتی تھی تو اللہ کہتے ہیں کہ ہم آپکو کہانیاں سُنا کے مطمئن کر رہے ہیں۔ آپؐ فکر نہ کریں، ان لوگوں کو دھمکی دے دیں۔ کیا؟

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

رہے وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے، تو ان سے کہہ دو کہ تم اپنے طریقے پر کام کرتے رہو اور ہم اپنے طریقے پر کیے جاتے ہیں۔

تمہاری مخالفتوں اور دشمنیوں سے ہم نے یہ کام نہیں کرنا چھوڑا۔ تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں۔

وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ انجام کار کا تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی منتظر ہیں۔

کس بات کا انتظار کرو؟ آخری فیصلے کا۔ انجام کس کا اچھا ہوتا ہے۔ کون اس دین کی طرف آتا ہے اور کون چھوڑتا ہے۔ لیکن آخر کار لوگ آ ہی جاتے ہیں۔ کوئی ڈپریشن کے بعد، کوئی حالات بگڑنے کے بعد اور کوئی دُکھوں کے بعد۔ اب آخری آیت میں اللہ کی قدرت کا ذکر ہے کہ اتنی بڑی ذات کی طرف تمہیں بُلایا جا رہا ہے، یہ چھوٹی بات نہیں ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ چھپا ہوا ہے سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے اور سارا معاملہ اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے پس اے نبیؐ، تو اس کی بندگی کر اور اسی پر بھروسا رکھ، جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو تیرا رب اس سے بے خبر نہیں ہے۔

کس بات کا بھروسہ کرو کہ آپکو مشکلوں سے نکال لے گا۔ مکہ سے نکال کے مدینہ لے جائے گا۔ تو یہ وہ تسلیاں ہیں جو اللہ سچے مومن کے دل پہ ڈالتا ہے۔

میرے اور آپ کے لیے سورۃ کا آخری پیغام کیا ہے کہ جب دین کے راستے میں ہم ستائے جائیں تو اپنا محاسبہ کریں۔ کیا حقیقی طور پہ ستائی جا رہی ہوں یا میری اپنی ہی نا سمجھی ہے؟ اپنے محاسبے والا معاملہ کیجیۓ۔ بُرائیوں کے مقابلے میں بھلائیاں کریں۔ نمازیں پڑھتے جائیں اور اپنی بُری عادتیں چھوڑتے جائیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اللہ سے گہرا تعلق پیدا کریں۔ اور دوسرے لوگوں کی کہانیاں سُن لیں جنہیں اس راستے میں آزمایا گیا تا کہ آپ کو یہ کام مشکل نہ لگے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے دل کُھل جائیں۔ اور اس راستے کی آزمائشیں کبھی بھی ہمیں اس راستے سے نہ ہٹا سکیں۔ آمین